نقشِ جاوداں

پرنس نقی علی خاں ثاقب

پہلی بار	۱۹۶۴ء
تعداد	ایکہزار
کتابت	میرزا عادل خوشنویس

ناشر

نیشنل فائین پرنٹنگ پریس چارکمان

حیدرآباد۔ اے، پی

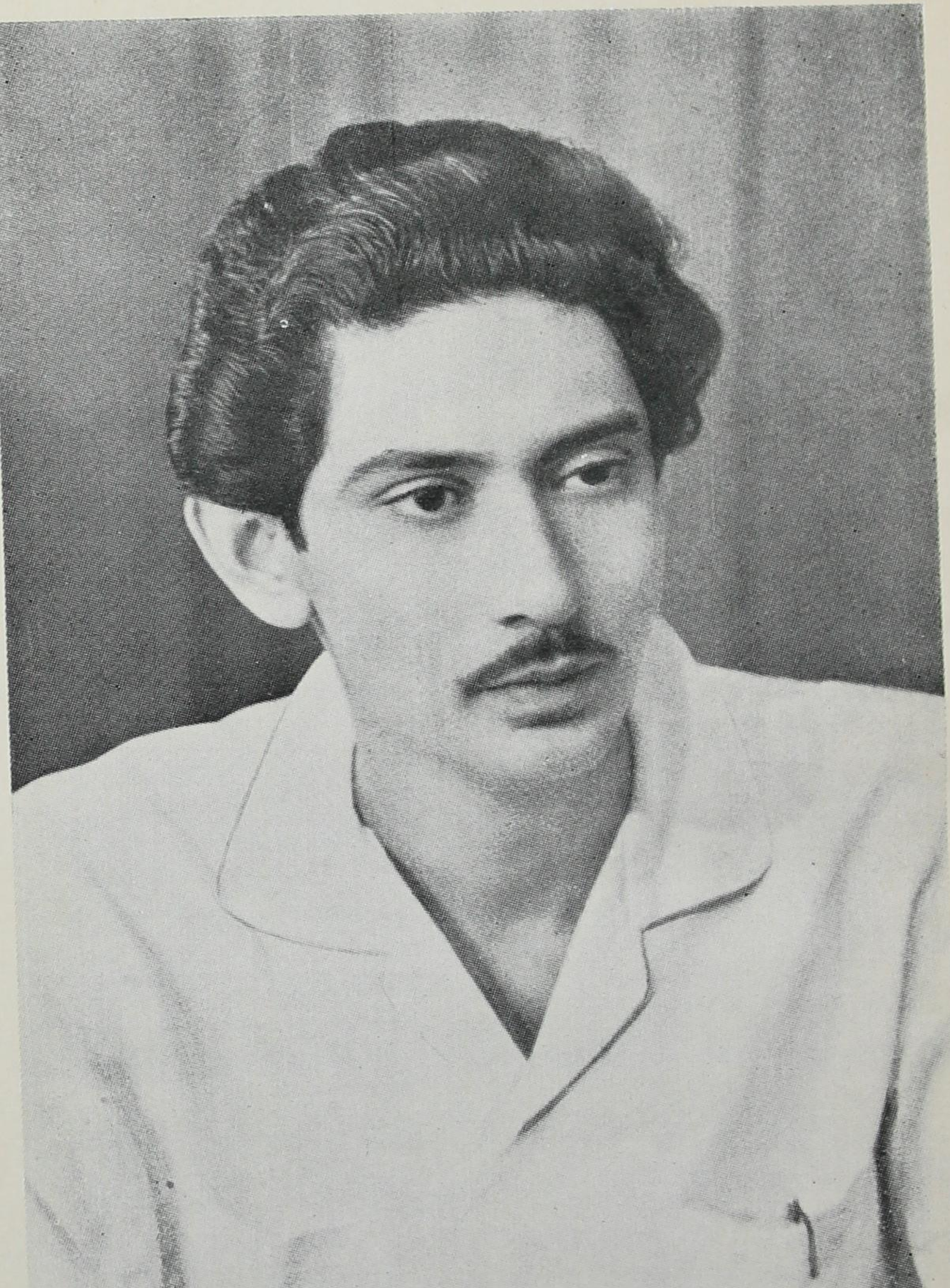
فون ۴۲۷۰۴

قیمت :- تین روپے

بنامِ شاہدِ نازک خیالا

زندگی کی عجیب راہوں سے
ہم گذرتے ہیں اجنبی کی طرح
رات کے ذہن میں ابھرتے ہیں
صبحِ فردا کی روشنی کی طرح

ترتیب



اشارے

کب سے چلتا ہوں اک آواز کے پیچھے پیچھے
سوچتا ہوں کہ مجھے تم نے بلایا ہو گا

جواں سال شاعر ثاقب کا یہ پہلا شعری مجموعہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جدید ذہنِ شاعری کے راستے پر اسے بھی ایک چمکتا ہوا سنگِ میل قرار دیا جا سکتا ہے۔ ثاقب نئی نسل کے ان لکھنے والوں میں ہیں جنھوں نے روایات کے خواب آفریں دھندلکوں سے نکل کر نئے حوصلوں اور نئی امنگوں کے ساتھ عصری تقاضوں کا استقبال کیا ہے۔ اور اپنے گرم و تازہ لہو سے زندگی کی ان متحرک تصاویر میں نیا رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے جن پر صدیوں کی گرد جمی ہوئی تھی۔ میں ذاتی طور پر ہر اس شاعر کو پسند کرتا ہوں اور مستقبل کی قیمتی امانت جانتا ہوں جس نے اپنے فن کے دامن میں روحِ عصر کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے اور آج کی دنیا میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک پھیلے ہوئے

سماجی، اخلاقی، معاشی، مذہبی اور سیاسی اختلافات و تضادات سے گھبرانے کی جگہ اور
زیادہ توانائی حاصل کی ہے۔ اندھیروں کے افق سے پھوٹنے والی سحر کا ایقان ہی زندگی
سے قریب تر کر دیتا ہے۔ اردو شاعری میں نئے تجربات کا یہ دور تاریخ کے ارتقائی عمل
کی وہ ایک مربوط کڑی ہے جس نے تخلیقی قوتوں کو ابھارنے کا کام انجام دیا ہے۔

ثاقب کی شاعری صرف خوبصورت الفاظ جگمگاتی ہوئی ترکیبوں ہی کا طلسم
نہیں ہے۔ بلکہ کچھ ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے بڑے اہتمام اور فنی مہارت کے ساتھ اونچے
محلوں کی مصنوعی فضا سے لے کر نیم تاریک گلیوں میں بھٹکتی ہوئی زخمی ناآسودگیوں کا بھی
جائزہ لیا ہے۔ ان کی غزلوں اور نظموں میں کیف و رومان کی مہکتی ہوئی سرگوشیاں
بھی ہیں اور انسانی دکھوں اور غموں کی چیختی ہوئی خراشیں بھی۔ ثاقب نے لب و رخسار کی
محفلیں بھی سجائی ہیں اور وقت کے تاریک مقتل بھی دیکھے ہیں اور پھر ان تمام مشاہدات
محسوسات کو اپنے دل کی دھیمی آنچ میں تپا کر بڑے حسین انداز میں پیش کر دیا ہے:-

خورشید احمد جامی

سلطان پورہ حیدر آباد
اے، پی۔

۶ر دسمبر سنہ ۱۹۶۴ء

پہلی بات

آپ جانئے ۔ کسی نوخیز و نو طلوع فن کار کی تخلیقات پر اظہارِ خیال کے لئے آمادہ ہو جانا ایسا ہی ہے جیسے کسی دوشیزۂ خوش جمال سے پہلی ہی ملاقات میں عرضِ شوق کی جسارت کر بیٹھنا ۔

اور میری نیاز مندی اور ثاقب کی لیلائے سخن کے درمیان بھی کچھ اسی قسم کا واقعہ یا حادثہ پیش آیا ۔ میں نے دو ایک بار ثاقب کی زبان سے ثاقب کا کلام سنا ۔ متاثر ہوا اور یہ وعدہ کر لیا کہ اپنے تاثرات سپردِ قلم کروں گا ۔ لیکن جب "نقشِ جاوداں" پر مقدمہ یا پیش لفظ لکھنے کی بات سامنے آئی تو اس الجھن میں پڑ گیا ۔

کہ گر نہ ہو تو کدھر جائیں ، ہو تو کیونکر ہو ۔

یہ کوئی معمولی کشمکش نہیں ۔

ایک طرف تو نقد و نظر کی ادبی دیانتداری کا تقاضا کہ زبانِ قلم کو آدابِ احتیاط

اور اسی اُدھیڑ بُن میں جب میں نے "نقشِ جاوداں" کے موضوعوں پر کچھ تفصیل سے نظر ڈالی تو جیسے میری مشکل آسان ہوگئی۔ تذبذب نے اعتبار و اعتماد کا رنگ اختیار کرلیا، وسوسوں کا غبار چھٹ گیا، اور فکر و احساس کو نئے راستے مل گئے۔ میں نے دیکھا، میں نے محسوس کیا، اور مجھے یقین ہوگیا کہ ثاقب کی شاعری محض لفظوں کی بازیگری نہیں ہے، قافیہ پیمائی کا طلسم نہیں ہے، نقالی نہیں ہے۔ تماشہ نہیں ہے بلکہ دل کی آواز ہے، زندگی کا ساز ہے، ضمیر کا نغمہ ہے، پیار کا گیت ہے۔ حرف و صوت کے پیکر میں کچھ دھڑکنیں ہیں، کچھ آہٹیں ہیں، کچھ آنسو ہیں، خونِ جگر کے کچھ ناچکیدہ سے قطرے ہیں، کچھ ناشنیدہ سی آوازیں ہیں، کچھ نادیدہ سے نقش و نگار ہیں، کچھ ایسی نارسیدہ سی کلیاں ہیں جن کی مہک ابھی پوری طرح پھوٹی نہیں ہے۔ کچھ ایسے ناتراشیدہ سے ہیرے ہیں جن کی آب و تاب ہنوز جاگی نہیں۔ کچھ ایسے زخم ہیں جو پلکوں سے ٹپکنے کیلئے اہتمام سفر کر رہے ہیں۔ کچھ ایسی چنگاریاں ہیں جو شعلہ بننے کی منتظر ہیں۔

جیسے کچی چاندی، جیسے سیال سونا، جیسے ایک نگاہِ نیم باز، جیسے شبنم پر اترتی ہوئی پہلی کرن، جیسے بادِ سحر کا پہلا جھونکا۔ جیسے خوشبو کی پہلی موج۔ ایک انوکھی سی بات، ایک نئی روایت، ایک تازہ بشارت۔ شاعری کا ایک نیا جذبہ، ایک نیا تاج محل۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ثاقب کا شعورِ فن گم کردۂ راہ اور اس کا ذوق پادرہوا نہیں ہے۔ ثاقب نے ادبِ عالیہ کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ اور جدید ادب کے رموز و نکات پر بھی ثاقب کی نظر ہے۔ ثاقب نے بعض پرانی روایات کو بھی گلے سے لگایا ہے، اور بعض نئی روایات کو بھی اپنایا ہے۔

ثاقب کا خاندانی تعلق حیدرآباد کے خانوادہ آصف جاہی سے ہے۔ شعر و سخن کا

ذوقِ ثاقب کو ورثہ میں ملا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ ثاقب کے مزاج میں کج کلاہی اور کم نگاہی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔

نظر بیزار ہے زرکار ملبوسوں کی محفل سے
گریباں چاک دیوانے حسیں معلوم ہوتے ہیں

اور ثاقب کا یہی اندازِ فکر اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ اپنے فن کو بہت دور تک لے جا سکتا ہے دیوانگی کی آخری حد تک! اور یہی فن کی معراج ہے کہ سود و زیاں اور عقل و خرد کی نفعاؤں سے وہ بہت آگے نکل جائے۔

حیدرآباد کے اس جواں فکر و جواں سال شاعر کو ابھی بہت سی منزلیں طے کرنی ہیں لیکن یہ بھی کوئی معمولی بات نہیں کہ اس نے اپنے ادبی سفر کی پہلی ہی منزل پر ایک نقشِ جاوداں قائم کر دیا ہے "نقشِ جاوداں" کا شاعر پہلی بار منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ لیکن کچھ ایسے سلیقے کے ساتھ، کچھ ایسی سج دھج کے ساتھ کہ مجھے یقین ہے کہ ادبی حلقوں میں اور اردو شاعری کے نبض شناسوں کی بارگاہوں میں اس نوجوان شاعر کا دھوم دھام سے خیر مقدم کیا جائیگا۔ یہ موقع نہیں کہ ثاقب کی شاعری کے مختلف پہلوؤں پر غائر نظر ڈالی جائے اور اس کے فن کا تجزیہ کیا جائے۔ روشنی پھیل جائے تو روشنی کے بارے میں اطمینان سے بات بھی کی جا سکتی ہے۔ ابھی تو سحر طلوع ہو رہی ہے۔ ثاقب کا کلام آپ کے سامنے ہے۔ آپ خود اندازہ لگائیں گے کہ اس میں کتنی جان ہے۔ کتنی طاقت ہے کتنے امکانات ہیں۔ میں نے تو اپنے ابتدائی تاثرات کے کچھ نقش پیش کر دئے ہیں اور آخر میں ثاقب کے کلام سے جستہ جستہ کچھ اشعار بھی نقل کئے دیتا ہوں تاکہ قارئین کو بیک نظر ثاقب کی شاعری کا کچھ اندازہ ہو جائے۔ چلتے چلتے ایک اور بات عرض کر دوں کہ زیرِ نظر مجموعہ میں ثاقب کی صرف غزلیں اور رومانی نظمیں شامل ہیں۔ ثاقب نے حال ہی میں ایسی نظمیں بھی لکھی ہیں جو ٹکنک، موضوع

نیا موڑ، ثاقب کے ترقی پذیر ادبی شعور کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔

اب آپ ثاقب کا رنگِ سخن ملاحظہ کیجئے۔

گلشن کو تازگی نہ گلوں کو ہنسی ملے ۔۔ خوشبو ترے بدن کی نہ لائے اگر صبا

شاید وہیں علاجِ غمِ زندگی ملے ۔۔ کیفِ شمیمِ پیرہنِ یار ہے جہاں

ان سے کبھی ہم ملے تو بہت سرسری ملے ۔۔ ثاقب رہِ حیات میں فرصت کہاں ملی

سنتے ہیں وہاں گردشِ ایام نہیں ہے ۔۔ کیونکر نہ کریں سایۂ گیسو کی تمنا

اب یاد بھی گلشن کو مرا نام نہیں ہے ۔۔ گلشن کی بہاروں کو لہو میں نے دیا تھا

وہ نورِ بصیرت تو ابھی عام نہیں ہے ۔۔ جو نورِ سحر دیکھ سکے پردۂ شب میں

دل کی راہوں میں بکھر جاؤ کہ یہ رات کٹے ۔۔ دل کی راہوں سے بہت تیز گذرنے والو

دکھ درد کے سائے میں رہ کر جینے کا سلیقہ سیکھ گئے
ہم لوگ سحر کو جیت گئے اب تیرہ شبی کی خیر نہیں

مدتوں تک ہم غمِ دوراں سے شرماتے رہے ۔۔ جانے کس عالم میں دیکھا تھا خوشی کو ایک بار

اے جانِ تغافل کوئی اقرار تمنا ۔۔ بھیگی ہوئی پلکوں پہ نزی کانپ رہا ہے

کہدے کوئی کلیوں سے کہ منہ بند ہی رکھیں ۔،۔ ہے جرم یہاں کوششِ اظہارِ تمنا

ھو

دیکھا تو خود وہ ایک مجسم سوال ہے ۔،۔ کچھ مانگنے چلے تھے نگارِ وطن سے ہم

ھو

نئی حیات کو زخموں کا پیرہن دے کر ۔،۔ سحر کا جشن مناؤ تو بات بن جائے
کسی حسین و پُر اسرار حادثے کی طرح ۔،۔ مرے قریب تم آؤ تو بات بن جائے

ھو

وقت کے اندھیروں میں کھو گئی ہیں تعبیریں ۔،۔ دیر سے بھٹکتا ہے خوابِ زندگی تنہا
جب تیری انجمن سے بہت دور ہو گئے ۔،۔ پہنچے بہت قریب تری انجمن سے ہم

ھو

تری تلاش کی تاریک رہ گزاروں میں ۔،۔ حسین خواب لئے چاندنی اتر آئی

ھو

بے نام خواہشوں کے دھندلکے میں کھو گئے ۔،۔ مہکے ہوئے خیال تراشے ہوئے بدن
پھر سینۂ وفا سے ٹپکنے لگا لہو!! ۔،۔ پھر دشتِ آرزو میں سجائے گئے چمن

ھو

زندگی تابِ گراں بارِ ستم ہوتی نہ ۔،۔ زندگی کو یادِ ہمدردوں کے نام آتے رہے

ھو

ادائے خندۂ گل بھی بہت گراں گذری ؎ چمن میں جب تمہارے طرزِ سخن کی یاد آئی

مثو

یہ تو ہوئی غزل کی بات!

لیکن میرا اپنا خیال ہے کہ ثاقب کی نظموں میں غزلوں سے زیادہ

جولانی، جدت اور جمال موجود ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ میں کچھ نظمیں بھی شامل ہیں، نظم کا انتخاب ممکن نہیں، البتہ قارئین

سے گذارش ہے کہ وہ ثاقب کی نظم "بلاوا" کا بطورِ خاص مطالعہ کریں۔

○

بعض اوقات خیالات کے لمبے سائے
دور خوابوں کے درو بام پہ لہراتے ہیں
اور بیتی ہوئی یادوں کے شبستانوں میں
جانے کیوں اب بھی تمہیں کھینچ کے لے آتے ہیں

تم لجاتی ہوئی شرماتی ہوئی آتی ہو
وقت رکتا ہے مہکتے ہوئے آنچل کی طرح
جسم مانوس حرارت سے بھڑک اٹھتے ہیں
چیخ پڑتی ہیں فضائیں کسی پاگل کی طرح

تم جواں، شوخ فسوںکار حسیں ہو لیکن
آج تم کو مری راہوں سے علاقہ کیا ہے
کیوں خیالوں میں اُسی طرح ابھر آتی ہو
جب نہیں کوئی تعلق تو یہ دھوکہ کیا ہے

کل جہاں تم نے محبت کی قسم کھائی تھی
اب وہاں ایک اداسی کے سوا کیا ہوگا
کل جہاں حسنِ مدارات کے افسانے تھے
اب بجز غم کے وہاں اور بھلا کیا ہوگا

وہ کہانی جو گناہوں کی طرح دلکش تھی
کھو گئی وقت کے بڑھتے ہوئے طوفانوں میں
پیار کی شمع جلاؤ بھی تو اب کیا ہو گا
تیرگی سی ہے شب تار کے ایوانوں میں

اب یہ عالم ہے کہ مٹتی ہوئی تحریروں میں
درد کی آنچ نہ پیمانِ وفا کی خوشبو
آج میں بھی ہوں کسی زود پشیماں کی طرح
اور تم بھی ہو گئے وقت کا بجھتا جادو

تہذیب

روشنیوں کا شہر ہے لیکن
ذہن میں آج بھی اندھیرے ہیں
آرزو کی حسین وادی میں
خواہشوں کے مہیب ڈیرے ہیں
جھومتے قہقہوں میں لرزیدہ
آنسوؤں کے ہزار افسانے
ان بہاروں کی چشم حیراں سے
جھانک کر دیکھتے ہیں ویرانے

جگمگاتے ہوئے لباسوں میں
بھیڑیئے بھیڑ چال چلتے ہیں
عصمتوں کے لہو سے محفل میں
عشرتوں کے چراغ جلتے ہیں

مسکراتی بہار آئی ہے
گرد چہروں کی صاف تو کر لو
وقت کی پے بہ پے عنایت کا
اس طرح اعتراف تو کر لو

تلاش

میرے اشعار مرے خواب مرے افسانے
اپنے کاندھوں پہ لیئے بوجھ تمناؤں کا
یوں بھٹکتے ہوئے پھرتے ہیں زمانے میں ابھی
جیسے منزل ہو نہ منزل کا نشاں ہو کوئی
سامنے وقت کے جلتے ہوئے صحرا آئے
جن میں افلاس کی آہوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا
اور وہ شہر وہ بازار بھی دیکھے جن میں
لب و رخسار کے سائے میں مہکتی رانیں

اپنے سینے پہ زر و سیم کا انبار لیے
جگمگاتے ہوئے خوابوں کی طرح روشن تھیں
مرے اشعار مرے خواب مرے افسانے
جو مرے پیار کی احساس کی تصویریں ہیں
گرد آلود فضاؤں میں چمکتی ہیں کبھی
یا کسی ذہن میں کھلتی ہوئی کلیوں کی طرح
دور مجھ سے بھی کہیں دور مہک جاتی ہیں
رنگ بنتے ہیں بگڑتے ہیں اتر جاتے ہیں
وقت رکتا ہے سنبھلتا ہے گذر جاتا ہے
میرے اشعار مرے خواب مرے افسانے
جن کی راہوں میں جلاتا ہوں امیدوں کے دیئے

ہمسفر بھی ہیں دِل آزار بھی دلدار بھی ہیں
جو کسی شوخ حسینہ کی جھکی پلکوں سے
مانگ لیتے ہیں بہاروں کے بدن کی نرمی
رنگ محلوں کی فضاؤں کے چمکتے لمحے
یا کسی مفلس و نادار کے ارمانوں پر
ابر کی طرح سے چھائے ہوئے غم کے بادل
پھر کسی منزلِ نادیدہ کی جانب جیسے
اپنے کاندھوں پہ لئے بوجھ گزر جاتے ہیں
مرے اشعار مرے خواب مرے افسانے

بلاوا

کب سے چلتا ہوں اک آواز کے پیچھے پیچھے
میں نے سوچا کہ مجھے تم نے بلایا ہوگا

آج بھی دہر میں گزری ہوئی صدیوں کی طرح
ہر جگہ صرف مرے نقشِ کفِ پا ہوں گے
ریگزاروں میں کوئی خواب چمکتا ہوگا
یا مرے گیت کسی شہر میں رسوا ہوں گے

خود کو بیچا ہے کہیں مصر کے بازاروں میں
قصرِ شیریں میں کہیں میں نے قدم رکھا ہے

روم و بغداد کی دیکھی ہیں اذیت گاہیں
نوکِ شمشیر سے پیغامِ وفا لکھا ہے

لالہ و گل کی فضاؤں میں صدائیں دی ہیں
رزم گاہوں کی سیاہی سے پتہ پوچھا ہے
حسنِ تعمیر و ترقی میں تمہیں ڈھونڈا ہے
روحِ تخریب و تباہی سے پتہ پوچھا ہے

ذہنِ تاریخ میں ہوں شعلۂ لرزاں کی طرح

ہر زمانے کی زباں پر ہے فسانہ میرا

پھیل جاتا ہوں تفکر میں اجالے کی طرح

غمِ ایام سناتا ہے ترانہ میرا

کب سے چلتا ہوں اک آواز کے پیچھے پیچھے

میں نے سوچا کہ مجھے تم نے بلایا ہوگا

پھر کوئی خواب جگمگا اٹھا
صبح کے مرمریں محل کی طرح
دستِ وحشت کا ساز ہوں میں بھی
آج تم بھی ہو اک غزل کی طرح

میرے گیتوں پہ جھومنے والو
یہ مرے دِل چند قاشیں ہیں
بولتے زخم ہیں زمانے کے
وقت کی چیختی خراشیں ہیں

پھر تری زلف کے اندھیروں میں
روشنی کے حسین خواب ملے
لب پہ آئے ہوئے سوالوں کا
کاش مجھ کو کوئی جواب ملے

تیرگی کی اداس راہوں میں
کچھ خیالوں کے شہر دیکھے تھے
ماہ پاروں سے گفتگو کی تھی
خوش جمالوں کے شہر دیکھے تھے

زندگانی کے رہگزاروں میں
آرزو کے حسین سائے تھے
جن کو اپنا سمجھ لیا ہم نے
ہائے وہ لوگ بھی پرائے تھے

تم تھے اک روز میرے پہلو میں
وہ بھی کیا مختصر کہانی تھی
وقت اک لمحۂ گریزاں تھا
رات اک جھومتی جوانی تھی

عقل و دانش کے واسطے اب بھی

جبر کے قہر کے سوا کیا ہے

فکرِ سقراط کے اجالوں میں

زندگی زہر کے سوا کیا ہے

دِل میں ارمانوں کی دنیا ہے ابھی
دردِ الفت کار فرما ہے ابھی
اس قدر بے مہریوں کے باوجود
تم سے مِلنے کی تمنّا ہے ابھی

ذہن میں یک بہ یک ابھر آئے
چند سائے حسیں خیالوں کے
شب گزیدہ حیات نے سمجھا
قافلے آگئے اجالوں کے

○

یہ کس کی آنچ کس کا بانکپن ہے جان لیتے ہیں
لباسِ لالہ و گل میں تجھے پہچان لیتے ہیں

وفا کی بجلیاں، الفت کا غم، امید کے شعلے
بڑی قیمت پہ ہم اے حسن یہ سامان لیتے ہیں

شرابِ ناب کو پینے سے پہلے تیرے دیوانے
حسیں یادوں کے رنگیں آنچلوں میں چھان لیتے ہیں

ستارے مسکرا کر یوں قریب آتے ہیں اب جیسے
ہماری زندگی کا راز وہ بھی جان لیتے ہیں

بہ اندازِ خموشی وصل کی راتوں میں ہم دونوں
نیا اک دوسرے سے ہر نفس پیمان لیتے ہیں
ہزاروں زخم کھا کر بھی دیارِ حسن میں ثاقبؔ
اسی ظالم کو ہم اپنا مسیحا مان لیتے ہیں

○

جس دل سے ہوں لذت کشِ آزارِ تمنا
ہر سانس ہے آئینہ، تکرارِ تمنا

بھیگی ہوئی پلکوں پہ تری کانپ رہا ہے
اے جانِ تغافل کوئی اقرارِ تمنا

زخموں کی تجارت ہے تو سودے ہیں غموں کے
دنیائے تمنا ہے کہ بازارِ تمنا

دل تک نہ پہنچ جائے شبِ غم کی سیاہی
بھڑکاؤ کوئی شعلۂ رخسارِ تمنا

پھولوں کی جگہ آج بھی اے صبحِ بہاراں
چبھتا ہوں نگاہوں سے کوئی خارِ تمنا

تم آئے ہو یا درد کے قندیل جلے ہیں
چمکے ہیں ذرا جو در و دیوارِ تمنا

کہہ دے کوئی کلیوں سے کہ منہ بند ہی رکھیں
ہے جرم یہاں کوششِ اظہارِ تمنا

○

حالات نے پلٹا کھایا ہے ایسے میں کسی کی خیر نہیں
زخموں کی زباں سے کہنے دو اب چارہ گری کی خیر نہیں

تاروں کے لہو سے لکھے ہیں مکتوبِ تمنا شاعر نے
اے ظلم کی اندھی رات تری بے راہ روی کی خیر نہیں

خوابوں کی چمکتی وادی پر تاریک گھٹائیں چھائی ہیں
آہوں کے بگولے رقصاں ہیں پھولوں کی ہنسی کی خیر نہیں

ہر گام پہ دھوکے نظروں کے ہر موڑ پہ سودے زخموں کے
پیمانِ وفا کی راہوں میں اب جان کی جی کی خیر نہیں

دکھ درد کے سائے میں رہ کر جینے کا سلیقہ سیکھ گئے
ہم لوگ سحر کو جیت گئے اب تیرہ شبی کی خیر نہیں

○

اعتبارِ دل و نظر کے چراغ
شامِ غم کو ملے سحر کے چراغ

دلبروں کے حسین چہرے ہیں
یا فسانوں کی رہگزر کے چراغ

منزلیں تیرگی میں ڈوب گئیں
حادثے بن گئے سفر کے چراغ

قلبِ شاعر سے کچھ لہو ٹپکا
جل گئے عظمتِ ہنر کے چراغ

چاند تاروں پہ کیا نظر ڈالوں
یاد ہیں تیرے بام و در کے چراغ
آتشِ مے سے ہو گئے روشن
دور تک دِل کی رہگزر کے چراغ
ہم نے گیتوں کی شکل میں ثاقبؔ
ظلمتوں کو دیئے سحر کے چراغ

○

خوابوں کی فصیلوں پہ سحر ڈھونڈنے والو
تاریک فضاؤں میں نئے زخم اُچھالو
بے نام صلیبوں کے در و بام سجالو
کچھ دیر سہی جشنِ چراغاں تو منالو
اک عمر کے جاگے ہوئے مایوس خیالو
اب بڑھ کے کمندیں تو مہ و مہر پہ ڈالو
زلفوں کے دھندلکے بھی ہیں صہبا کی پری بھی
ایسے میں ذرا گردشِ دوراں کو بلالو

جو نقش نظر آئے تمہیں جادۂ دل میں
الفت کا تقاضہ ہے کہ پلکوں سے اٹھا لو

دو چار حقائق ہیں سلگتے ہوئے دل میں
بن جائے تو ان سے کوئی افسانہ بنا لو

یہ بھی تو ہیں پروردۂ آغوشِ بہاراں
کانٹوں سے سرِ دشتِ وفا ہاتھ ملا لو

اے دور کی آئی ہوئی دوشیزہ بہارو
نغموں کی ٹپکتی ہوئی شبنم میں نہا لو

سب کچھ ہے شعورِ غمِ ایام کی دولت
اس کو تو زمانے کی نگاہوں سے بچا لو

ہے منتظرِ تیشہ زنی کوہِ مصائب
قسمت کی لکیروں کی طرف دیکھنے والو
دنیائے مہ و مہر کی تسخیر سے پہلے
اک بار فضائے دلِ انساں تو کھنگالو

○

کسی سے پیار بڑھاؤ تو بات بن جائے
لہو کے دیپ جلاؤ تو بات بن جائے
نئی حیات کو زخموں کا پیرہن دے کر
سحر کا جشن مناؤ تو بات بن جائے
کسی حسین و پُر اسرار حادثے کی طرح
مرے قریب تم آؤ تو بات بن جائے
جھکی جھکی سی نگاہوں کے ریشمیں پردے
پھر ایک بار ہٹاؤ تو بات بن جائے

خیالِ یار کو پھولوں کے نرم بستر سے
صدائیں دے کے جگاؤ تو بات بن جائے
بہ نام حسنِ غزل دلبروں کی آنکھوں سے
کچھ اور خواب چراؤ تو بات بن جائے
سحر کے وقت خوشی کے حسین دھوکوں کو
غموں کا زہر پلاؤ تو بات بن جائے

○

سحر انجان سی مغموم سا خوابِ وفا کیوں ہے
نہ جانے قربتوں کے نام سے یہ فاصلہ کیوں ہے

اندھیرے زہر برسانے لگے ہیں زندگانی پر
کسی کے پیار کا مہتاب لیسے میں خفا کیوں ہے

ذرا جب رات ڈھلتی ہے تو خوابوں کے دریچے سے
حسین مانوس شکلوں کا سویرا جھانکتا کیوں ہے

بہار آئی فضاء مہکی خوشی نے ہاتھ پھیلائے
تو پھر یہ زندگی آوارۂ دشتِ وفا کیوں ہے

شبِ غم کٹ گئی لیکن اجالوں سے گلے مل کر
سحر کی آرزو اتنی سحر نا آشنا کیوں ہے

مرے انفاس سے آتی ہے خوشبوئے سحر کیسی
سکوتِ بام و در میں آج تیری ہی صدا کیوں ہے

کوئی دل سے نہیں گزرا تو ثاقب سے کوئی بتلائے
کسی پازیب کی جھنکار سے دل گونجتا کیوں ہے

ساز پر کوئی غزل گاؤ کہ کچھ رات کٹے
غم کے آئینوں کو چمکاؤ کہ کچھ رات کٹے

خلوتِ عشق کو مہکاؤ کہ کچھ رات کٹے
پھر کسی بات پہ شرماؤ کہ کچھ رات کٹے

یادِ محبوب کے آنچل میں غمِ دوراں کو
دو گھڑی کے لئے لے آؤ کہ کچھ رات کٹے

آؤ پھر وا ہے درِ میکدۂ فکر و خیال
پھر کوئی جام تو چھلکاؤ کہ کچھ رات کٹے

آسمانوں کی بلندی سے گزرتے تارو
دِل کی راہوں میں اتر آؤ کہ کچھ رات کٹے
وصل کے پیار کے شوخی کے تمناؤں کے
سارے آئینوں کو چمکاؤ کہ کچھ رات کٹے
دِل کی راہوں سے بہت تیز گزرنے والو
دِل کی راہوں میں ٹھہر جاؤ کہ کچھ رات کٹے
جابجا وقت کی راہوں میں چراغاں کردو
سرد لمحات کو گرماؤ کہ کچھ رات کٹے
میری آنکھوں میں مرے عہد کے شیریں لمحو
خواب بن کر ہی چلے آؤ کہ کچھ رات کٹے

○

وہ درد و غم کی فصیلوں کے پاس آنہ سکے
شبِ فراق کے مہتاب جگمگا نہ سکے
اداس رات کو کرنوں کا ہار پہنا نے
ہمارے زخمِ تمنا بھی مسکرا نہ سکے
ستم کے غم کی صلیبوں کے شہر سے آگے
سحر نواز اُجالے قدم بڑھا نہ سکے
یہ اشک و آہ کے موسم یہ غم کے سنّاٹے
جوانیوں کی حسیں بستیاں بسا نہ سکے

○

یہ شعلۂ دل کیفِ نظر عام نہیں ہے

ہر اک کے لیئے عشق کا انعام نہیں ہے

کیوں کر نہ کریں سایۂ گیسو کی تمنّا

سنتے ہیں وہاں گردشِ ایّام نہیں ہے

گلشن کی بہاروں کو لہو میں نے دیا ہے

اب یاد بھی گلشن کو مرا نام نہیں ہے

آغازِ محبت کا نشہ تیز ہے لیکن

دِل آج بھی ناواقفِ انجام نہیں ہے

جو روئے سحر دیکھ سکے پردۂ شب میں
وہ نورِ بصیرت تو ابھی عام نہیں ہے
مِلنا کبھی ایسے میں کہ وہ ساتھ ہوں میرے
فرصت ہی مجھے اے غمِ ایام نہیں ہے

○

غمِ دنیا کے افسانے حسیں معلوم ہوتے ہیں
یہی آباد ویرانے حسیں معلوم ہوتے ہیں
فروغِ نشۂ مے ہو تو پہلے سے بھی کچھ بڑھ کر
حسیں آنکھوں کے پیمانے حسیں معلوم ہوتے ہیں
نظر بیزار ہے زرکار ملبوسوں کی محفل سے
گریباں چاک دیوانے حسیں معلوم ہوتے ہیں
تمناؤں کو اس بے رونق و بے نور دنیا میں
حقیقت ہے کہ میخانے حسیں معلوم ہوتے ہیں

حسیں معلوم ہوتے تھے چمن شب کے دھندلکوں میں

سحر کے وقت ویرانے حسیں معلوم ہوتے ہیں

جہاں موجود ہوں دِل پر نشان حسنِ مروت کے

وہاں اپنوں سے بیگانے حسیں معلوم ہوتے ہیں

محبت گو خوشی کے چند لمحوں کی تمنا ہے

جو غم ملتے ہیں انجانے حسیں معلوم ہوتے ہیں

شبِ آخر سرِ محفل بھڑک اٹھیں تو نظروں کو

بہت اس وقت پروانے حسیں معلوم ہوتے ہیں

○

اب کہاں گلبدنی سیم تنی ہوتی ہے
ہر جگہ وقت کی ناوک فگنی ہوتی ہے

تیرے ہونٹوں سے ٹپکتی ہوئی صہبا کی طرح
چاندنی رات کے آنچل میں چھنی ہوتی ہے

یہ تو بتلاؤ کہ ہم ہوتے ہیں میخانوں میں
یا کوئی شام غریب الوطنی ہوتی ہے

زندگی ایک کڑی دھوپ ہے مانا لیکن
زلفِ جاناں کے تلے چھاؤں گھنی ہوتی ہے

جس میں امید کا پہلو بھی کوئی ہوتا ہے
ہائے کیا چیز وہ پیماں شکنی ہوتی ہے

دن رات ہے لبوں پہ ترا نام آج کل
ارزاں ہے کیفِ بادۂ خیام آج کل

کچھ اضطرابِ شوق میں تم پاس آگئے
کچھ دور ہٹ گیا غمِ ایام آج کل

میرے شعورِ فن میں ترے حسن کے سوا
شامل ہے انقلاب کا پیغام آج کل

چلتی ہے ساتھ ساتھ مرے رہگزار میں
شمعیں جلا کے گردشِ ایام آج کل

ہر یاد پر سرور ہے ہر غم سکوں نواز
مغرور سی ہے حسرتِ ناکام آج کل

آتا ہے کتنی کہنہ روایات توڑ کر
تیری نگاہِ ناز کا پیغام آج کل

ثاقبؔ کچھ اور حسن تغزل نکھر گیا
کس کا پیام ہے سحر و شام آج کل

○

زندگی کی رہ گزر میں آپ یاد آتے رہے
دور رہ کر غم کے آئینوں کو چمکاتے رہے

جانے کس عالم میں دیکھا تھا خوشی کو ایک بار
مدتوں تک ہم غمِ دوراں سے شرماتے رہے

پیار کی خلوت ہو یا ہنگامۂ راہِ حیات
ہر جگہ ان کی حسیں یادوں سے ٹکراتے رہے

شب کی تاریکی میں غم کا زہر بھی گھلتا رہا
اور ہم حسنِ سحر کے گیت بھی گاتے رہے

ہر قدم پر گردشِ دوراں نے روکا راستہ
ہر قدم پر گردشِ دوراں کو ٹھکراتے رہے

یوں تو اس دنیا میں اپنے بھی تھے بیگانے بھی تھے
پھر بھی ہم ہر ایک کو تنہا نظر آتے رہے

زخمِ دل کچھ مشورہ کر کے نگاہِ ناز سے
زندگی کا اور ہی مفہوم سمجھاتے رہے

آرزو کے زہر کا تریاق بن کر غم ترے
نیم جاں حالات پر میرے ترس کھاتے رہے

زندگی ثاقبؔ گرانبارِ ستم ہوتی رہی
زندگی کو نام ہمدردوں کے یاد آتے رہے

○

اس کو کہاں قرار ملے زندگی ملے
انجان ہو کے جس سے تری یاد بھی ملے

اک رات کھو چکی مہ و انجم کی روشنی
اک صبح ڈھونڈتی ہے کوئی روشنی ملے

خوشبو ترے بدن کی نہ لائے اگر صبا
گلشن کو تازگی نہ گلوں کو ہنسی ملے

کیفِ شمیم پیرہنِ یار ہے جہاں
شاید وہیں علاجِ غمِ زندگی ملے

ثاقبؔ رہِ حیات میں فرصت کہاں ملی
ان سے بھی ہم ملے تو بہت سرسری ملے

○

شبِ فراق تو یوں مطمئن نظر آئی
کسی کی مانگ ستاروں سے جیسے بھر آئی
یہ چاندنی، یہ بہاریں، یہ وحشتِ تنہائی
ہر ایک چوٹ دلِ زار کی ابھر آئی
غموں کی چھاؤں میں دوشیزگانِ گلشن کا
کوئی پیام جب آیا تو آنکھ بھر آئی
بجھے چراغ جلانے کا حوصلہ نہ ہوا
سحر بھی آئی تو اک غمزدہ سحر آئی

گلوں سے مل کے خدا جانے کیوں نگارِ صبا
ہمارے پاس جب آئی بہ چشمِ تر آئی

تری تلاش کی تاریک رہگزاروں میں
حسین خواب لئے چاندنی اتر آئی

اٹھو کہ دار و رسن کا پیام آیا ہے
چلو کہ صبحِ تمنا کی رہگزر آئی

○

یاد مہکے ہوئے خوابوں کے چمن آتے ہیں
دِل کے نزدیک وہی شعلہ بدن آتے ہیں

اے صبا جیسے لبِ گل پہ تبسم بن کر
وہی جلتے ہوئے پیمانِ کہن آتے ہیں

رات آتی ہے تو کتنے ہی ستارے لے کر
وہ مرے پاس دمِ فکرِ سخن آتے ہیں

یادِ محبوب کے لمحاتِ حسیں بھی جیسے
اپنے چہروں پہ لیے ایک تھکن آتے ہیں

کانپتے ہیں وہی پُر کیف مہکتے سائے

سامنے پھر وہی چاندی سے بدن آتے ہیں

شب کے ہاتھوں میں دمکتے ہیں سنہری کنگن

تیرے پیغام جو اے صبح وطن آتے ہیں

لب و عارض کے چرائے ہوئے لمحے ثاقب

حسنِ الفاظ میں اب صورتِ فن آتے ہیں

○

دورِ غم زندگی کو آسرا دینے لگے

یادِ جاناں کے مہ و انجم صدا دینے لگے

خارزاروں میں بہاروں کی حسین پریوں کے خواب

دستِ گل میں آرزو کا آئینا دینے لگے

جیسے ان کی نرم باہوں کے سویرے دور سے

پھر مری تاریک راتوں کو صدا دینے لگے

یہ غمِ جاناں غمِ دوراں کے لمبے فاصلے

زندگی کے ہاتھ میں سازِ وفا دینے لگے

زندگی کے ریگزاروں میں سلگتے روز و شب
سایۂ رخسار کا اب تو پتا دینے لگے

آخرِ شب ڈوبتے تارے نگاہِ شوق کو
عظمتِ حُسنِ سحر کا واسطہ دینے لگے

تیرگی کی راہ میں جلنے لگے غم کے چراغ
جاگتے لمحے مجھے دادِ وفا دینے لگے

صحنِ گلشن میں نشاط انگیز لمحاتِ حسیں
وقت کے ہاتھوں میں غم کا آئینہ دینے لگے

○

نہ گیتوں کی دنیا نہ خوابوں کے عالم
تمہیں چھوڑ کر یہ کہاں آ گئے ہم

نہ پوچھو کسی کی محبت کا عالم
کہیں صرف شعلہ کہیں صرف شبنم

تمہارا ہی یہ پیکرِ نازنیں ہے
کہ ہے چاندنی رات کوئی مجسّم

سنا ہے کہ یادوں کی دنیا میں تم سے
بہت دور رہ کر قریب آ گئے ہم

جوانی کا موسم دعا مانگتا ہے

الٰہی یہ دردِ محبت نہ ہو کم

تمہاری حسیں خلوتوں کے لیئے ہیں

بہاروں کے رنگین و پر کیف عالم

محبت اجالوں کا دِلکش جزیرہ

جوانی امنگوں کا دلچسپ عالم

○

حسن کی ہر نظر داستاں داستاں
عشق کا ہر نفس خونچکاں خونچکاں
آرزو کا جہاں بے کراں بے کراں
فرصتِ زندگی رایگاں رایگاں
عشق کی دھڑکنیں داستاں داستاں
وقت کے فاصلے خونچکاں خونچکاں
ہر طرف رات بھر روشنی روشنی
ہر جگہ آپ ہی ضوفشاں ضوفشاں

اک نظر تو نے دیکھا تو لہرا گئیں

سینۂ ہجر میں بجلیاں بجلیاں

تیری پلکوں کے سائے میں ہے آج بھی

جیسے کوئی سحر گلفشاں گلفشاں

تیری باہوں میں یہ زندگی بن گئی

دیکھتے دیکھتے داستاں داستاں

مہر و مہتاب نقشِ کفِ پا ترے

میرے حق میں زمیں آسماں آسماں

عشق کا ہر نفس شعلہ زارِ وفا

حسن کی ہر نظر بدگماں بدگماں

بھیگتی رات تاروں کی مدھم لویں
درد لینے لگا ہچکیاں ہچکیاں
آگ جلتی رہی میکدہ میکدہ
یاد آتے رہے جھوشاں جھوشاں
کوئی آہٹ نہ کوئی چراغ الم
راستے دور تک بے نشاں بے نشاں
کونسی منزلِ عشق ہے کیا کہوں
یادِ جاناں بھی ہے سرگراں سرگراں
سیمگوں ضوفشاں یہ بدن یہ بدن
جنتوں سے حسیں یہ سماں یہ سماں

پیار کی چھاؤں میں جاگ اٹھی زمیں

گیت لہرا گئے آسماں آسماں

پیار کتنا حسیں پیار کتنا حسیں

رات کتنی جواں رات کتنی جواں

شام لالہ رخاں دلنشیں دلنشیں

صبحِ حسنِ بتاں نوجواں نوجواں

ہر ادا جاں طلب حسن رخسار و لب

وہ قیامت کہ بس الاماں الاماں

تیری یادوں کے دِن تیرے خوابوں کی رُت

پنکھڑی پنکھڑی گلستاں گلستاں

مست بانہیں کہ ہیں دائرے نور کے

شوخ نظریں کہ ہیں بجلیاں بجلیاں

O

نکہت و نور کا سیلاب رواں ہو جانا
ہم نے سیکھا ہے محبت کی زباں ہو جانا
خواب آنکھوں میں چمکتے ہوئے تارے دل میں
کیا قیامت ہے امیدوں کا جواں ہو جانا
حسنِ معصوم کی نظروں نے سکھایا جیسے
عشق کو مہر بہ لب شعلہ بجاں ہو جانا
تیری زلفوں کی حسیں چھاؤں سے دیکھا ہم نے
ایک اک منظرِ ہستی کا دھواں ہو جانا

پاس آنا تو مہکتے ہوئے پھولوں کی طرح
ساتھ چلنا تو مہ و کاہکشاں ہو جانا
وہ چمکنا دلِ بے تاب کے آئینوں کا
وہ کسی نشۂ صہبا کا جواں ہو جانا

○

غم کا احساس بھی نغموں سے بدل جاتا ہے
کوئی طوفاں ہو ترے پیار میں ڈھل جاتا ہے
زندگانی کی تمنا میں زمانہ اکثر
زندگانی کی حدوں سے بھی نکل جاتا ہے
آگ لگتی ہے اداسی کے افق زاروں کو
آرزوؤں کا حسیں چاند پگھل جاتا ہے
ماہ و انجم کی لرزتی ہوئی شمعوں کے سوا
اک چراغ اور ترے نام کا جل جاتا ہے

دِل کی آغوش میں گرتی ہے پری خوابوں کی
غم زدہ رات کا انداز بدل جاتا ہے
زلف کی چھاؤں ہو یا دار و رسن کا سایا
دِل بہلنے پہ جو آئے تو بہل جاتا ہے
کوئی دیوانہ سنا ہے کہ ترے کوچے تک
اپنے ہاتھوں میں لئے سازِ غزل جاتا ہے
انتقاماً تری تصویر اُبھر آتی ہے
اختراماً غمِ ایام سنبھل جاتا ہے

○

ایک تصویر ابھرتی ہے بہت رات گئے
زندگی اور نکھرتی ہے بہت رات گئے

چاند چھپتا ہے مچلتا ہے اندھیرا لیکن
چاندنی دل میں اترتی ہے بہت رات گئے

یوں چھپائے ہوئے پھرتا ہوں ترے خوابوں کو
جیسے نادار کو مل جائے خزانہ کوئی

اے نگارِ سحر

غم کے تپتے ہوئے صحرا ہیں۔ بہت دور کہیں
تیرے افسانے۔ ترے گیت سنے تھے کتنے
آرزؤں کے۔ امیدوں کے سمن زاروں میں
پھول۔ مسرورِ تخیل نے چنے تھے کتنے
جاگتی رات کو سپنوں کا سہارا دے کر
شوخ کرنوں کے حسیں جال بنے تھے کتنے

دشتِ ظلمات کی سنسان گذرگاہوں میں
مشعلِ دردِ محبت۔ کو جلائے رکھا
شامِ غربت میں ترے پیار کے سرمایہ کو

رہزنِ وقت کے ہاتھوں سے بچائے رکھا
زندگانی کو غمِ دیاس کے ویرانے میں
دِل کے زخموں سے چمن زار بنائے رکھا
فِکر کو میں نے دیا تیری جوانی کا نِکھار
یاد کو تیری کلیجے سے لگائے رکھتا
شبِ زنداں کو تری چاہ کا مہتاب دیا
غم کے سائے میں امنگوں کو جگائے رکھا

تجھے چاہا۔ تجھے ڈھونڈا۔ تجھے پایا۔ لیکن
سوچتا ہوں۔ یہ پُراسرار گھٹن سی کیوں ہے
نور و نکہت کی۔ بہاروں کی فراوانی میں
یہ ابھی تک ترے چہرے پہ تھکن سی کیوں ہے
دِل افسردہ کی غمّاز ہیں تیری نظریں
جگمگاتے ہوئے ماتھے پہ شکن سی کیوں ہے

اعتذار

رہِ حیات میں، سب کچھ لٹا کے آیا ہوں
نہ جانے، کتنی چتائیں جلا کے آیا ہوں
نہ آرزو۔ نہ امنگیں۔ نہ حسرتِ دیدار
دلِ حزیں میں نہیں۔ کوئی جذبہ بیدار
سیاہ گردشِ دوراں نے چھین لی مجھ سے
متاعِ قلب و نظر، عشرتِ لب و رخسار

نہ یادِ عارضِ تاباں کی جھومتی صبحیں
نہ وہ جبینِ تمنّا کو چومتے انوار
پنپ سکے نہ حوادث کے تند جھونکوں میں
وفا کے۔ پیار کے۔ امیّد کے حسیں گلزار
یہ حال ہے کہ مرے پاس آج کچھ بھی نہیں
جز ایک تلخئ احساس و کاہشِ آزار
رہِ حیات میں، سب کچھ لٹا کے آیا ہوں
نہ جانے کتنی چتائیں جلا کے آیا ہوں
اجڑ چکے ہیں تخیّل کے وہ صنم خانے
طویل ہیں۔ مری محرومیوں کے افسانے
جو دب گئی ہے، گرانباری مصائب میں
اب اس خوشی کے خدوخال کون پہچانے

ہر ایک لمحہ ماتم کناں - اب آ رہا ہے
اداسیوں کا کفن - حسرتوں کو پہنانے
کسی کرن کے لیئے آج بھی ترستے ہیں
جواں امید کے تاریک و سرد ویرانے
خیالِ عشرتِ امروز ہمسفر نہ بنا
دیا نہ ساتھ مرا - اعتبارِ فردا نے
رہِ حیات میں، سب کچھ لٹا کے آیا ہوں
نہ جانے کتنی چتائیں جلا کے آیا ہوں
تجھے - نشاطِ بہار و شباب کیا دوں گا
حسین و دلکش و رنگین خواب کیا دوں گا

تری فسردہ و مغموم سی جوانی کو
مسرتوں کی بھلا آب و تاب کیا دوں گا
پلا دیا ہے جسے زہر ساحق ئق نے
محبتوں کا۔ تجھے وہ سراب کیا دوں گا
بھٹک رہا ہوں غم و یاس کے اندھیروں میں
تری سحر کے لیئے آفتاب کیا دوں گا
کئی سوال تو ہوں گے۔ تری نگاہوں میں
یہ سوچتا ہوں کہ ان کا جواب کیا دوں گا
رہِ حیات میں سب کچھ لٹا کے آیا ہوں
نہ جانے۔ کتنی چتائیں جلا کے آیا ہوں

ادھورے سپنے

کس نے پھر آج مرا نام لیا چپکے سے
کون پھر بامِ تخیل سے اتر آیا ہے
چاندنی رات کی پھیلی ہوئی رعنائی ہیں
گیت گاتے ہیں فسونکار مہکتے لمحے
ڈھل رہا ہے رُخِ ایّام سے برسوں کا غبار
نکہت و نور کا سیلاب ہے تاحدِ نظر
اور پہلو سے ترے قرب کی آنچ آتی ہے
چشم و ابرو لب و عارض کی وہی تفسیریں
وہی اقرارِ محبت وہی اندازِ وفا
جاگ اٹھے ہیں امیدوں کے ادھورے سپنے

تم اِسی طرح سُناؤ مجھے میرے اَشعار

یہ نظم چند واقعات کے شدید تاثراتی پس منظر میں لکھی گئی۔

رشتۂ عہدِ وفا توڑ کے جانا تھا اگر
تم نے الفت کے حسیں خواب دکھائے کیوں تھے

آرزوؤں کے اُمیدوں کے رسیلے نغمے
اوس کھائے ہوئے لہجے میں سنائے کیوں تھے

اپنی دوشیزہ بہاروں کے خزانے آخر
میری جلتی ہوئی راتوں پہ لٹائے کیوں تھے

ظلمتِ وقت کے پھیلے ہوئے سناٹے میں
لب و رخسار کے فانوس جلائے کیوں تھے

شوقِ بیحد کی لرزتی ہوئی تنہائی میں
حسنِ اخلاص کے طوفان جگائے کیوں تھے

میری گستاخ نگاہوں کی پذیرائی سے
حوصلے اور جوانی کے بڑھائے کیوں تھے

اپنے جذبات کے رنگین و حسیں گلدستے
آرزوؤں کے دریچوں میں سجائے کیوں تھے

—— ۲ ——

اب بھی یادوں سے گزرتے ہیں جھکتے سائے
آنچ دیتے ہیں تصور کے در و بام ابھی

اب بھی کھلتے ہیں خیالوں کے وہی دروازے
ساتھ چلتا ہے وہی شعلۂ گلفام ابھی

سینۂ شب میں وہی پھول بکھر جاتے ہیں

چاند تاروں کی زبان پر ہے وہی نام ابھی

جادۂ فکر میں قدموں کے نشاں ملتے ہیں

دل سے ملتا ہے وہی حسنِ دل آرام ابھی

سازِ انفاس پہ اک گیت مچل جاتا ہے

دستِ حسرت میں لرزتا ہے وہی جام ابھی

نرم ہونٹوں کی حلاوت کو صدا دیتی ہے

ایک اک گام پہ یہ تلخیٔ ایام ابھی

۳

چاند ابھرا ہے صنوبر کے درختوں سے پرے

جا بہ جا پیار کی بکھری ہوئی تصویریں ہیں

وہی کھیتوں کے کنارے ہیں وہی پگڈنڈی
وہی خوابوں سے لپٹتی ہوئی تعبیریں ہیں
وہی چہرہ ہے وہی نیند سے بوجھل آنکھیں
میرے پہلو میں جواں جسم کی تنویریں ہیں
غم کے احساس میں جاگا ہوا افسانہ ہے
دِل کے اوراق پہ ابھری ہوئی تحریریں ہیں

۴

تم گریزاں بھی رہو گی تو رہو گی کب تک
پھر اسی طرح مرے پاس چلی آؤ بھی
کِس لیئے رسم و روایت کا جنوں طاری ہے
زندگانی کو سمجھ جاؤ تو سمجھاؤ بھی

دِل جواں ہے تو جوانی کی نظر پہچانو
وہم زائیدہ اندھیروں سے گزر جاؤ بھی

اپنے جلوؤں سے مرے دِل میں اجالا کر دو
اپنی خوشبو سے مری فکر کو مہکاؤ بھی

اس سے پہلے کہ زمانے کا کوئی وار چلے
میری مدہوش تمناؤں کو اپناؤ بھی

پھول برساؤ شب تار کی تنہائی پر
ہار کرنوں کے خیالات کو پہناؤ بھی

۵

افقِ درد پہ رہتی ہو قمر کی صورت
اور پھر وقت کے زینے سے اتر آتی ہو

ڈالتی ہو مری گردن میں لچکتی باہیں
آتشِ شوق کو کچھ اور بھی بھڑکاتی ہو
تم سے کہتا ہوں کہ تم جانِ تمنا ہو مری
تم اسی طرح مری بات پہ شرماتی ہو
تم کو آغوش میں لینے کے لیئے بڑھتا ہوں
اور تم بچکے بہت دور نکل جاتی ہو
گیت کی طرح دھڑکتی ہو مرے دل کے قریب
سوچ کی طرح مرے ذہن میں لہراتی ہو
میں محبت کی فضاؤں میں بھٹک جاتا ہوں
تم جوانی کے سمن زار سے گھبراتی ہو

۶

تم نے سوچا کہ جوانی کے حسیں موسم میں
کیا تقاضے ہیں سلگتی ہوئی تنہائی کے
تم نے سوچا کہ محبت کی گذرگاہوں میں
اب بھی چرچے ہیں کس اندازِ مسیحائی کے
تم نے سوچا کہ امیدوں کے گلستانوں میں
تذکرے اب بھی ہیں کس پیکرِ رعنائی کے
تم نے سوچا کہ چمکتے ہوئے تاروں کی طرح
داغ ابھرے ہیں مرے شوق کی رسوائی کے
تم نے سوچا ہے کہ مغموم حزیں افسردہ
دن گذرتے ہیں تمہارے کسی شیدائی کے

۷

منتظر آج بھی ہے پیار مرا کل کی طرح
اور تم بھی ہو فسوں کار و حسین و دلدار
زندگی اور بھی دشوار نہ بن جائے کہیں
تم نہ سُن پاؤ اگر میری محبت کی پکار
آگ سینوں میں اگر ہو تو پگھل جائیگی
موم کی طرح سے حالات کی سنگین دیوار
تم زمانے سے ڈرو گی تو زمانہ سارا
یوں نظر آئے گا جیسے ہو برہنہ تلوار
آؤ۔ تجدیدِ تمنّا کی قسم ہے تم کو
اپنی راہوں میں بہر گام سجائیں گلزار

پھر شبِ تار کی وادی میں چراغاں کر دیں
پھر کریں وقت کی راہوں میں جھکتے اقرار

پھر وہی کیفِ مسلسل ہو وہی عالم ہو
پھر وہی نغمۂ دلکش ہو وہی سازِ بہار

میں اِسی طرح دھڑک جاؤں تمہارے دل میں
تم اِسی طرح سُناؤ مجھے میرے اشعار

اِنتباہ

وقت پڑ جائے تو ہم دشمنِ آزادی کو
موت کا زہر بھرا جام بھی دے سکتے ہیں
آج جس ہاتھ میں ہے نورِ سحر کا پرچم
کل اُسی ہاتھ میں تلوار بھی لے سکتے ہیں

سرحدوں کی طرف

اٹھ رہا ہے کہیں دھواں اس پار
گونجتی ہے ہمالیہ کی .... پکار
ابر چھایا ہوا ہے خطروں کا
رقص کرتا ہے شعلۂ پیکار
سرد اونچی حسیں چٹانوں سے
اب بھی آتی ہے خون کی مہکار

جنگ بازوں کا ہے وہی عالم
دستِ وحشت میں ہے وہی تلوار
برتری کا جنون باقی ہے
سازشوں کی زمین ہے تیار
نفرتیں پل رہی ہیں سینوں میں
لب پہ ہے زہرِ تلخیٔ گفتار
اب بھی اہلِ ہوس کی دنیا میں
نور و ظلمت کا فرق ہے دشوار
دشمنی کے مہیب چہرے پر
اب بھی ہے تیرہ بختیوں کا غبار

مصلحت کا فسوں نگاہوں میں
آستینوں میں خنجرِ خونخوار
رُوحِ چنگیز کے اشاروں پر
ناچ اُٹھتے ہیں ظلم کے دربار
اب بھی افکار کی خموشی میں
چیختے ہیں جھجھتے ہتھیار
آج بھی ذہن میں اُبھرتے ہیں
موت کے تاجرانِ بخیہ کار
سچ تو یہ ہے کہ ہر تصوّر میں
اب بھی تازہ ہیں زخمِ لیل و نہار

سرحدوں کے قریب ہے دشمن
اے وطن اے مرے وطن ہشیار
دِل دھڑکتا ہے جس میں صدیوں کا
زندگی ہے وہ لمحۂ بیدار
دُور تک مشکلوں کے پہرے ہیں
دُور تک راستے ہیں ناہموار
سرفروشوں کے سامنے لیکن
کانپ جاتا ہے وقت کا پندار
صرف مردانِ کار کے آگے
ظلمتیں بھی ہیں مطلعِ انوار

ریگزاروں میں پھول کھلتے ہیں
جاگتی ہے فضائے صبح بہار
موم کی طرح سے پگھلتے ہیں
عزم و ہمت کی آنچ سے کہسار
رزم گاہوں میں جھوم اٹھتی ہے
جرأت بے پناہ کی للکار
اے وطن تیری عظمتوں کی قسم
شب تاریک ہے سحر بہ کنار
کون دنیا میں توڑ سکتا ہے
یہ اجالوں کی آہنیں دیوار

وطن کے نام پر

وقت رک نہیں سکتا

آرزو کی راہوں میں تیز گام ہوجاؤ

پیار کے دھندلکوں سے جھانکتی ہوئی آنکھیں

آنچلوں کی خوشبوئیں

اور جھومتے لمحے

بانکپن حسینوں کا

ماں ممتا کے افسانے اور خواب بہنوں کے
آج سب کے سب جیسے ساتھ چلتے ہیں
حوصلے نکھرتے ہیں
زندگی بلاتی ہے
تم نے جس گلستاں کو
بھر دیا ہے پھولوں سے
خیمۂ بہاراں میں
مشعلیں جلاتی ہیں
جس زمین کو چوما
مہر و ماہ نے آ کر

تم جہاں اگاتے ہو
کھیتیاں ستاروں کی
محفلِ اجنتا سے تاج کی جوانی تک
تم نے گیت گائے ہیں جن حسین نظاروں کے
جس جگہ امیدوں کی
جنتیں بسائی ہیں
دلکشی ہے شہروں میں
جنگلوں میں رعنائی
مست کوہساروں سے
زرفشانیاں لے کر

آفتاب کی کرنیں

دِل میں تیر جاتی ہیں
تیز و تند لہجے میں چیخ کر یہ کہتی ہیں
چاہتوں کی دنیا میں خون کی ضرورت ہے
وہ نگارِ آزادی
جِس کو تم نے اپنایا
آج زخم خوردہ ہے،
تجربے کے ماتھے سے
کل جو خون ٹپکا تھا
اس کا ایک اک قطرہ

قیمتی امانت ہے

تم نے جس کے سائے میں صبح نو کے ہونٹوں سے
مست شبنمی بوسے بارہا چرائے ہیں
دلنواز نغموں کے
ہار جس کو پہنائے
فرقِ ناز پر جس کے
تاج سرخوشی رکھا
جس کے نرم ہاتھوں کے
لمس نے امنگوں کو
نوجوانیاں دی ہیں

پیار کے سلیقے کو

روشنی عطا کر کے

سرخرو بنایا ہے

شانِ دلبری اس کی کم نہ ہو کہیں دیکھو

غیر کی نگاہیں پھر بجلیاں نہ برسائیں

اب جری دلیروں کا

قافلہ بڑھے آگے

تیرگی کے ہاتھوں سے

چھین لے وہ تلواریں

اپنے دست و بازو سے

اس قدر بھروسہ ہو
سینۂ تلاطم سے
جور و ظلم کی راتیں
آتشیں ارادوں سے
پیتر جو چلاتی ہیں
ٹوٹ کر بکھر جائیں راکھ بن کے رہ جائیں
اور کچھ نکھر جائیں خال و خد سویروں کے
لشکرِ عداوت پر
موت بن کے چھا جاؤ
ظلم کو مسل ڈالو

وہ صدائے مستقبل

گونجنے لگی ہر سو

جراُتوں کی پیشانی

اور جگمگا اٹھی

ہمتوں کی نظروں نے

ایک آگ برسائی

جادۂ وفا چمکا تیز گام ہو جاؤ
وقت رک نہیں سکتا

ہم ایک ہیں

ہم ایک ہیں ایک ہی رہیں گے
ہَماری دنیا میں روشنی ہے
جواں امنگوں کی رہگذر میں
جواں بہاروں سے دوستی ہے

ہمیں سے ڈرتی رہی ہمیشہ
ذلیل جنگوں کی رُوسیاہی

ہمیں تو ہیں پیار کے محافظ

ہمیں تو ہیں امن کے سپاہی

ہمیں نے ہر خارزارِ غم کو

خیال سرو سمن دیا ہے

حیات افروز خواہشوں کو

بڑا حسین پیرہن دیا ہے

جراحتوں سے نظر ملا کر

ہمیں بھی آتا ہے مُسکرانا

مہیب راتوں کی تیرگی میں

سر اٹھائے ہوئے بےخوف سپاہی کی طرح
رزمگاہوں سے گذرنا تو کوئی بات نہیں
زندگانی کی جہانتاب سحر کی خاطر
غم کی راہوں سے گذرنا تو کوئی بات نہیں

آبِ شمشیر میں دشمن کو ڈبونا ہوگا
تاکہ اس آگ میں گلزار نہ جلنے پائے
سلگ اٹھے نہ کسی شوخ کا رنگین دامن
کوئی امید کوئی پیار نہ جلنے پائے

ٹھہراؤ

کس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے

کون آیا ہے، کون آیا ہے

سوچتا ہوں کہ واہمہ تو نہیں
ورنہ اس گھر میں ایک مدت سے
کوئی ہمدرد آشنا کوئی
راستہ بھول کر نہیں آیا
یہ کتابیں یہ میز یہ صوفے
اور خاموش سے در و دیوار
قیمتی شاہکار تصویریں
نرم قالین ریشمی پردے
سب کے سب ہیں غبار آلودہ

بعض اوقات ان فضاؤں میں
آرزوؤں کے دل دھڑکتے ہیں
ایک معصوم چاند سا چہرہ
نیم وا ذہن کے دریچے سے
جھانک کر دیکھتا ہے یوں جیسے
وقت کی بیکراں اداسی میں
اک کہانی تلاش کرتا ہو
وہ کہانی کہ جس کی دلچسپی
کیف و رومان کے دھندلکوں میں
چند لمحے حیات کے لیکر
ختم ہو جائے... اور پھر کوئی

سرد مغموم سی جواں راتیں
جاگ کر انتظار میں کاٹے
کان ترسیں کسی کی آہٹ کو
آنکھ تاریکیوں سے ٹکرائے
اور ڈس لے مہیب تنہائی
ایک اک یاد بھی گراں گذرے
عہد و پیماں کا ذکر ہی کیا ہے
وہ تو بس اک حسین دھوکہ تھا

نصف شب تو گذر گئی کب کی

نیند بھی آج ہے خفا مجھ سے

دوڑتے بھاگتے خیالوں نے

خوب رہ رہ کے سنگباری کی

دل کے زخموں نے خون بھی تھوکا

درد و غم نے بھی یاوری کر لی

سوچتا ہوں کہ واہمہ تو نہیں

کس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے

کون آیا ہے کون آیا ہے

شکست

کس کی آنکھوں میں اداسی کے دِیے جلتے ہیں
کون خوابوں کے جزیرے میں بلاتا ہے مجھے
چاندنی رات کا اک نغمۂ دلکش بن کر
عکسِ ماضی کے اجالوں کو دکھاتا ہے مجھے

کچھ در و بام ابھرتے ہیں مرے ذہن میں پھر
چند تارے مری دنیا میں اتر آتے ہیں
چومتی ہیں مری تنہائی کو یادیں کتنی
کتنے مہکے ہوئے گلزار نظر آتے ہیں

جب سجاتا ہوں تخیل کے شبستانوں کو
یاد آتی ہیں فسوں کار نگاہیں تیری
کس کو معلوم تھا او میرے بھلانے والے
وقت کے ساتھ بدل جائینگی راہیں تیری

ایک سپنا تری آنکھوں نے کبھی دیکھا تھا
اس کی تعبیر تو یہ منزلِ آزار نہیں
اب مرے غم کے سسکتے ہوئے سنّاٹے ہیں
کوئی آواز نہیں۔ گیت نہیں۔ پیار نہیں

زندگانی میں اندھیروں کے سوا کچھ بھی نہیں

تو نے اچھا کیا پیمانِ وفا توڑ دیا!

بیکراں دشتِ جنوں خیز کی تنہائی میں

موت کی گود میں جینے کیلئے چھوڑ دیا!

سیم و زر لعل و جواہر کے چمکتے لمحے

دردِ الفت کا مداوا تو نہیں بن سکتے

بن تو سکتے ہیں وہ ایوانِ ہوس کی زونق

دلِ زخمی کے مسیحا تو نہیں بن سکتے

چھین لے مجھ سے مرے درد کا سرمایہ بھی
بیوفائی کا تری تجھ سے گِلا بھی نہ رہے
تو نہیں پاس تو اب تیری تمنا کیوں ہو
چاہتا یہ ہوں کہ اب ذکرِ وفا بھی نہ رہے

فیصلہ

مجھ پہ جو کچھ بھی گذرتی ہے گذر جائے مگر
میں ترے پیار کو بدنام نہ ہونے دوں گا
تیرے مسرور تبسّم کی حسیں دنیا کو
آشنائے غمِ ایام نہ ہونے دوں گا

تو کہ تیری ہی محبت کے سہارے میں نے

خواب امید کی پلکوں پہ سجا رکھے ہیں

اپنے اشعار کو تیری ہی جوانی دی ہے

اپنی راتوں میں ترے دیپ جلا رکھے ہیں

تو کہ غمخوار بھی، ہمدرد بھی، ہمراز بھی ہے

میرے سینے میں دھڑکتی ہے مرے دل کی طرح

تو نظر آتی ہے حالات کے طوفانوں میں

آرزوؤں کے چمکتے ہوئے ساحل کی طرح

ماضی و حال بھی ہے تو مرا مستقبل بھی

میری جنت ہیں تری نرم لچکتی باہیں

تیری نظروں سے فروزاں مرا کاشانۂ غم

تیری خوشبو سے معطر مرے دل کی راہیں

مجھ کو تقدیر کا ہر زخم گوارا لیکن

تیرے ہونٹوں پہ زمانے کی شکایت کیوں ہو

میں شب و روز کا ہر زہر خوشی سے پی لوں

تیری آنکھوں میں مگر غم کی حکایت کیوں ہو

اپنے بچے سے

اے مرے لختِ دل ترا بچپن
صبحِ امید کا فسانہ ہے
نرم کلیوں کی مسکراہٹ کا
سانس لیتا ہوا خزانہ ہے

جگمگاتی ہوئی تری راہیں
مہر و مہتاب ہمسفر تیرے
تیری معصوم آرزوؤں کے
مست خوابوں کی جھیل تک بکھرے

دور تیرے لئے دھڑکتا ہے
گنگناتی ہوئی بہار کا دل
منتظر ہے کہیں اجالوں میں
زندگی کا عظیم مستقبل

سلسلہ پیار کی دعاؤں کا
ایک عمرِ طویل بن جائے
اور ہر اک برس ترے حق میں
وقت کا سنگِ میل بن جائے

تیرے سازِ نفس پہ تھرائے

اعتبارِ حیات کی خوشبو

یوں چلے تو کہ تیرے ساتھ چلے

اک نیا کاروانِ رنگ و بو

تو زمانے کے فرق پر چمکے

ایک نکھری ہوئی کرن کی طرح

ذہن فردا میں تو مہک اٹھے

آرزوئے گل و سمن کی طرح

یاد

جیسے کوئی حسین دوشیزہ
اتفاقاً کہیں بھٹک جائے
دیکھ کر کوئی اجنبی چہرہ
چلتے چلتے ذرا اٹھٹک جائے

توڑ کر رات کی فصیلوں کو
کھٹکھٹاؤ سحر کا دروازہ
کچھ نہیں تو نئے اجالوں سے
مانگ لو اک جراحت تازہ